Majallah-yi Talim o Tahqiq
مجلہ تعلیم و تحقیق

Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem,
Sector H-15, Islamabad, Pakistan
مرکز تعلیم و تحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ۔۱۵، اسلام آباد، پاکستان

ISSN (P): 2618-1355, ISSN (Online): 2618-1363

Issue 4, Vol 6 ,October-December,2024
شمارہ۴، جلد۶، اکتوبر—دسمبر، ۲۰۲۴

اُردو ادبِ سیرت میں حدیثِ ثقلین پر سیرت نگاروں کی آراء کا تنقیدی جائزہ

A Critical Review of The Opinions of Biographers on Hadith-e-Saqlain in Urdu Seerah Literature

محمد حمید[1]

ڈاکٹر نور حیات خان[2]

Abstract:

Hadith-e-Saqlain has great importance in Urdu literature of Seerah of Holy Prophet (Peace & blessings of Allah be Upon Him). The majority of Hadith scholars considered it to be Sahih, while some Hadith scholars even considered the Hadith of Al-Thaqalayn to be of tawatur status, because it was narrated from more than fifteen companions of the Messenger of Allah (Peace & blessings of Allah be Upon Him).

Maulana Muhammad Naafey criticized its all texts and main narrators, and tried to give the impression that the narrators are weak and unreliable, although the reality is the opposite. Those narrators are like Atiya bin Saad al-Awfi, Zayd bin Hasan al-Namati, Shareek bin Abdullah al-Nakhee and Abdullah Ibn Uqda kofi are included, if he had done more research on various texts and narrators, the facts could have been clear to him. At some places and narrations by him, it seems that he tookinto account the bias of the religion and the contemporary perspective which is not like a scholar scientific attitude, but overall, he worked very hard in collecting the discussion material relevant to the Hadith, but if he had investigated it with depth, the facts could have come before him.

Keywords:Seerah Literature, Hadith-e-Saqlain, Critique, Narrators.

1 - پی ایچ ڈی اسکالر، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد۔Kiani2420@gmail.com

2 - ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اسلامی فکر و ثقافت نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد۔nhayat@numl.edu.pk

تعارفِ موضوع

ادبِ سیرت میں حدیثِ ثقلین اس حوالے سے بھی بہت اہمیت کی حامل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے دنوں میں مختلف مواقع پر اپنے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ارشاد فرمائی[3]، یہ حدیث متعدد کتبِ حدیث میں حضرت علی المرتضیٰؑ، حضرت زید بن ارقمؓ، حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ وغیرہ متعدد جلیل القدر صحابہ کرامؓ سے مروی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے امتِ محمدیہ کو راہِ ہدایت پر قائم رہنے کے لیے ایک جامع نظامِ ہدایت کی دو بنیادیں فراہم کیں، یعنی کتاب اللہ قرآن مجید اور عترت یعنی اہلِ بیتؑ سے وابستگی کی تلقین فرمائی تاکہ امت گمراہی سے محفوظ رہے، اس حدیث کے مختلف و متعدد متون ہیں جو مختلف اسناد کے ساتھ کتبِ حدیث میں مذکور ہیں، صحیح مسلم کے مطابق حدیث کا متن و ترجمہ حسبِ ذیل ہے:

حدیثِ ثقلین بروایتِ صحیح مسلم

حَدَّثَنِي زُهَيرُ بنُ حَربٍ، وَشُجَاعُ بنُ مَخلَدٍ، جَمِيعًا عَنِ ابنِ عُلَيَّةَ، قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا إِسمَاعِيلُ بنُ إِبرَاهِيمَ، حَدَّثَنِي أَبُو حَيَّانَ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بنُ حَيَّانَ، قَالَ انطَلَقتُ أَنَا وَحُصَينُ بنُ سَبرَةَ، وَعُمَرُ بنُ مُسلِمٍ، إِلَى زَيدِ بنِ أَرقَمَ، فَلَمَّا جَلَسنَا إِلَيهِ قَالَ لَهُ حُصَينٌ لَقَد لَقِيتَ يَا زَيدُ خَيرًا كَثِيرًا، رَأَيتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، وَسَمِعتَ حَدِيثَهُ، وَغَزَوتَ مَعَهُ، وَصَلَّيتَ خَلفَهُ لَقَد لَقِيتَ، يَا زَيدُ خَيرًا كَثِيرًا، حَدِّثنَا يَا زَيدُ مَا سَمِعتَ مِن رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، قَالَ يَا ابنَ أَخِي وَاللهِ لَقَد كَبِرَت سِنِّي، وَقَدُمَ عَهدِي، وَنَسِيتُ بَعضَ الَّذِي كُنتُ أَعِي مِن رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، فَمَا حَدَّثتُكُم فَاقبَلُوا، وَمَا لَا، فَلَا تُكَلِّفُونِيهِ، ثُمَّ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَومًا فِينَا خَطِيبًا، بِمَاءٍ يُدعَى خُمًّا بَينَ مَكَّةَ وَالمَدِينَةِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثنَى عَلَيهِ، وَوَعَظَ وَذَكَّرَ، ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعدُ، أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَن يَأتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبَ، وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُم ثَقَلَينِ أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللهِ فِيهِ الهُدَى وَالنُّورُ فَخُذُوا بِكِتَابِ اللهِ، وَاستَمسِكُوا بِهِ، فَحَثَّ عَلَى كِتَابِ اللهِ وَرَغَّبَ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ وَأَهلُ بَيتِي أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهلِ بَيتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهلِ بَيتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهلِ بَيتِي فَقَالَ لَهُ حُصَينٌ وَمَن أَهلُ بَيتِهِ؟ يَا زَيدُ أَلَيسَ نِسَاؤُهُ مِن أَهلِ بَيتِهِ؟ قَالَ نِسَاؤُهُ مِن أَهلِ بَيتِهِ، وَلَكِن أَهلُ بَيتِهِ مَن حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعدَهُ، قَالَ وَمَن هُم؟

قَالَ هُم آلُ عَلِيٍّ وَآلُ عَقِيلٍ، وَآلُ جَعفَرٍ، وَآلُ عَبَّاسٍ قَالَ كُلُّ هَؤُلَاءِ حُرِمَ الصَّدَقَةَ؟ قَالَ نَعَم.[4]

زہیر بن حرب، شجاع بن مخلد، ابن علیہ، اسماعیل بن ابراہیم، ابو حیان اور یزید بن حیان نے بیان کیا کہ میں، حصین بن سبرہؓ اور عمرو بن مسلم زید بن ارقمؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے پاس بیٹھ گئے، حصین کہنے لگے کہ اے زید! آپ نے بہت خیر و بھلائی حاصل کی، آپ نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی، ان کی باتیں سنیں، ان کے ہمراہ جہاد کیا اور ان کی اقتدا میں نماز ادا کی، آپ نے بہت خیر پائی، اب ہمیں بھی رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی کچھ باتیں بتاؤ، زید بن ارقمؓ بولے اے بھتیجے! میں اب عمر رسیدہ ہو گیا ہوں، کافی عرصہ گزر گیا ہے، سو مجھے رسول اللہ ﷺ کی کچھ باتیں بھول گئی ہیں، اس لئے جو بیان کروں وہ سن لو اور جو بیان نہ کروں اس کے لئے مجھ سے اصرار نہ کرنا، حضرت زیدؓ بیان کرنے لگے کہ ایک دفعہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان غدیرِ خم کے مقام پر رسول اللہ ﷺ ہم سب کے درمیان کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے، اللہ کی حمد و

3 - سید ابو بکر بن عبد الرحمٰن الحضرمی الشافعی المتوفی ۱۳۴۱ھ، رشفۃ الصادی من بحر فضائل بنی النبی الهادیؐ، (دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، الطبعۃ الاولیٰ 1418ھ 1998ء،) ص 122۔ صحیح مسلم کے علاوہ مسند احمد بن حنبل، سنن ترمذی، مسند بزار، معجم الکبیر طبرانی، سنن الکبریٰ نسائی، مستدرک حاکم اور مشکل الآثار وغیرہ متعدد معتبر کتبِ حدیث میں مروی ہے۔

4 - مسلم بن حجاج القشیری متوفی، الجامع الصحیح، کتاب فضائل الصحابہؓ، (دار احیاء التراث العربی بیروت)، ح 2408۔

ثناءاور وعظ و نصیحت کے بعد فرمایا، لوگو! میں ایک انسان ہوں، عنقریب ہو سکتا ہے میرے رب کا قاصد میرے پاس پیغام لائے جو میں قبول کر لوں ، میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں، ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے، اس میں ہدایت و نور ہے، تم کتاب اللہ کے ساتھ مضبوطی سے وابستہ رہو، پھر آپ ﷺ نے کتاب اللہ کی طرف خوب توجہ دلائی، پھر فرمایا کہ دوسری چیز میرے اہلِ بیت ہیں، میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے معاملہ میں اللہ یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے معاملہ میں اللہ یاد دلاتا ہوں، حصین نے پوچھا اے زید! آپ ﷺ کے اہلِ بیت کون ہیں؟ کیا آپ ﷺ کی ازواج اہلِ بیت نہیں؟ حضرت زیدؓ نے جواب دیا وہ بھی اہلِ بیت ہیں لیکن اہلِ بیتِ حقیقی وہ ہیں جن پر آپ ﷺ کے بعد زکوۃ حرام ہے، حصین نے پوچھا وہ کون ہیں؟ حضرت زیدؓ نے جواب دیا آلِ علی، آلِ عقیل، آلِ جعفر اور آلِ عباس علیہم الرضوان، حصین نے کہا ان سب پر زکوۃ حرام ہے؟ آپؓ نے جواب دیا ہاں۔

حدیثِ ثقلین پر نقد کی ابتدا

حدیثِ ثقلین پر اعتراضات کا ایک سبب مکاتبِ فکر کا باہمی اختلاف بھی ہو سکتا ہے، کیوں کہ مکتبِ فکر اہل التشیع اس سے اہلِ بیتؓ کی عصمت و غیر مشروط تمسک پر استدلال کرتا ہے، جب کہ مکتبِ فکر اہلِ سنت اس سے استدلال کرتے ہوئے اطاعت و تمسک کو قرآن و سنت تک محدود، اور اہلِ بیتؓ سے محبت و حسنِ سلوک کی ترغیب کا موقف رکھتا ہے[5]، عطیہ بن سعد العوفی حدیثِ ثقلین کے مرکزی راویوں میں سے ہیں جن کا تعلق کوفہ سے ہے، جب ان سے مروی حدیثِ ثقلین امام احمد بن حنبلؒ کے سامنے پڑھی گئی تو آپؒ نے کوفی راویوں سے مروی روایات کو مناکیر قرار دے دیا[6]، لیکن بعد ازاں آپؒ نے تحقیق کے بعد انہی عطیہ بن سعد العوفی کی سند سے حدیثِ ثقلین بروایتِ حضرت ابو سعید خدریؓ مسندِ احمد میں چار مقامات پر ذکر کی[7]، پھر امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ نے بھی کوفی راویوں سے مروی روایات امام احمد بن حنبلؒ کے تتبع میں مناکیر قرار دیں[8]، بعد ازاں متاخرین نے بھی انہی بزرگوں کا تتبع کیا اور حدیثِ ثقلین پر روایۃً و درایۃً نقد کیا۔

مولانا محمد نافعؒ کا نقد

مولانا محمد نافعؒ برصغیر کے علمائے احناف میں ایک بلند مقام عالم اور متعدد کتب کے مصنف ہیں، آپؒ نے چوہدری غلام احمد پرویز اور مکتبِ فکر اہل التشیع کے علماء کی تردید میں "حدیثِ ثقلین" کے نام سے کتاب قلم بند کی جو مکہ بکس لاہور سے دوسری بار ۱۹۸۴ء میں شائع ہوئی اندازِ تحریر زیادہ تر تحقیقی کی بجائے مناظرانہ و مجادلانہ ہے، بلکہ متعدد مقامات پر جارحانہ اور تشدد پسندانہ رنگ دیکھنے کو ملتا ہے، تاہم کتابِ مذکور کے چند اہم مقامات جہاں حدیثِ ثقلین کے راویوں پر دلائل کی زبان میں بات کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ان کا تحقیقی جائزہ لینا مقصود ہے، چنانچہ مولانا موصوفؒ حدیثِ ثقلین کے ایک مرکزی راوی عطیہ بن سعد العوفی پر نقد و جرح کے چند حوالہ جات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"متذکرہ بالا توضیحات کے بعد عطیہ عوفی کس درجہ کے بزرگ ہیں؟ محتاجِ تشریح نہیں، ان کی تدلیس کی کہانی اپنے ہم مسلک شیخ محمد بن السائب کلبی کے ذریعہ سے جو چلتی رہی وہ عریاں ہو چکی ہے، ایسے شخص کی روایت کسی قیمت پر بھی قبول کے لائق نہیں ہے، عوفی مذکور کے تذکرہ

---

5 -احمد بن عبدالحلیم ابنِ تیمیہ الحنبلی المتوفی ۷۲۸ھ، منہاج السنہ النبویہ، (جامعہ ابنِ سعود ریاض السعودیہ، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۶ء) ج ۷ ص ۳۱۸۔

6 -عبداللہ بن احمد ابن القدامہ المقدسی المتوفی ٦٢٠ ھ، المنتخب من العلل للخلال ،(دارالرایہ للنشر والتوزیع ریاض السعودیہ العربیہ ،الطبعة الاولی۱۴۱۹ھ ۱۹۹۸ء)، ص ۲۰٦۔

7- احمد بن محمد بن حنبل المتوفی ۲۴۱ ھ ، مسندِ احمد،(دارالحدیث القاهرة، الطبعة الاولیٰ ۱۴۱٦ھ ۱۹۹۵ء)،ح ۱۱۰۴٦، ۱۱۰۷۳، ۱۱۱۵۴، ۱۱۴۹۹

8 -محمد بن اسماعیل البخاری المتوفی ۲۵٦ ھ ، تاریخ الاوسط ، (دار طوق النجاة مصر ،الطبعة الاولیٰ ۱۴۲۲ھ)، ص ۱۳٦۔

کے ضمن میں یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ اس کا شیخ محمد بن السائب کلبی مشہور کذاب ہے، اور سبائی کمیٹی کا صرف ممبر ہی نہیں بلکہ اس گروپ کا لیڈر رہے"[9]

مولانا کی تحریر سے حسبِ ذیل نتائج برآمد ہوئے:

۱۔ عطیہ عوفی اپنے شیخ محمد بن السائب کلبی سے تدلیس کرتے تھے۔

۲۔ یہ استاد شاگرد دونوں ہم مسلک تھے۔

۳۔ محمد بن السائب کلبی مشہور کذاب اور اپنے مسلک کا رہنما تھا۔

راوی کے تدلیس و تشیّع کی تحقیق

جہاں تک پہلی بات یعنی عطیہ عوفی کے اپنے شیخ سے تدلیس کرنے کا تعلق ہے تو علمائے جرح وتعدیل جو عطیہ بن سعد العوفی پر جو تدلیس کا حکم لگاتے ہیں اس کی بنیاد ایک حکایت ہے جس میں ہے کہ عطیہ عوفی حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کرتے تھے، ان کی وفات کے بعد محمد بن السائب کلبی سے اس کی کنیت ابو سعید کے ساتھ روایت کرنے لگے، جب کہ آپ کے شاگرد یہ سمجھتے تھے کہ یہ روایت ابو سعید یعنی خدریؓ سے ہے حالاں کہ وہ روایت ابو سعید محمد بن السائب کلبی سے ہوتی[10]، اور اس کے ثبوت میں محمد بن السائب کلبی سے مروی حسبِ ذیل روایت بھی بیان کی جاتی ہے:

حَدَّثَنَا ابنُ حَمادٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبدُ اللَّهِ بنِ أَحمَدَ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا أَبُو أَحمَدَ سَمِعتُ سُفيَانَ الثَّورِيّ يَقُولُ: سَمِعتُ الكَلَبِي يَقُولُ: قَالَ كَنَّانِي عَطِيَّةُ أَبَا سَعِيدٍ.[11]

ابنِ حماد، عبداللہ بن احمد، ان کے والد، ابواحمد (الزبیری) بیان کرتے ہیں کہ سفیان ثوری نے کلبی کو کہتے ہوئے سنا، عطیہ بن سعید العوفی نے مجھے "ابو سعید" کنیت دی۔

محولہ بالا روایت اور حکایت کی بنیاد پر علمائے جرح وتعدیل نے عطیہ بن سعد العوفی پر تدلیس وضعف کا حکم لگایا، علمائے جرح وتعدیل کا راوی مذکور پر تدلیس وضعف کا حکم معقول ودرست معلوم ہوتا ہے، جس کے سبب متاخرین نے بھی عطیہ بن سعد العوفی پر تدلیس وضعف کا حکم لگایا، لیکن علمائے جرح وتعدیل کا غالباً اس طرف خیال ہی نہیں گیا کہ جس روایت کی بنیاد پر وہ راوی مذکور پر تدلیس وضعف کا حکم لگا رہے ہیں اس کا

---

9 -مولانا محمد نافع، حدیثِ ثقلین، (دار الکتاب اردو بازار لاہور، اشاعت مارچ ۲۰۱۵ء)، ص ۴۵۔

عطیہ بن سعد العوفی مشہور تابعی تھے، متعدد احادیث کے راوی اور کوفہ کے معروف محدث ومفسر تھے، آپ نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے، آپؒ کی وفات دوسری صدی ہجری کے پہلے ربع میں ہوئی، جب کہ محمد بن سائب الکلبی تابعین میں سے تھے، اور کوفہ کے مشہور نسب دان اور مفسر واخباری تھے، ان سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیری روایات مروی ہیں، عطیہ بن سعد العوفی نے بھی ان سے تفسیری روایات لیں، محدثین انہیں کذاب سمجھتے اور لکھتے ہیں، ان کی وفات ۱۴۶ھ میں ہے۔

10 -محمد بن حبان بن احمد المتوفی ۳۵۴ھ ، المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین ، (دارالوعی حلب، الطبعة الاولی ۱۳۹۶ھ)، ج۲ ص۷۶ا۔

11 -ابو احمد بن عدی الجرجانی المتوفی ۳۶۵ ھ ،الکامل فی ضعفاء الرجال، (دارالکتب العلمیه بیروت لبنان ،الطبعة الاولی ۱۴۱۸ھ۱۹۹۷ء)۔ ج۷ ص ۸۴۔

امام ابنِ حبان نے بھی "المجروحین" میں اپنی سند سے یہی روایت کلبی سے نقل کی۔

واحد راوی ہی محمد بن السائب کلبی ہے جس کے کذاب، متروک اور کاذب ہونے پر علمائے جرح وتعدیل متفق ہیں[12]، لہٰذا کذاب راوی کی روایت بھی ناقابلِ اعتبار ہونی چاہیے، بایں وجہ محقق ابوالحسن سلیمانی بیان کرتے ہیں کہ:

وَالكَلبِي مُتَّهَمٌ مَترُوكٌ ، فَلَا يُعتَمَدُ عَلَى قَولِهِ هَذَا ، وَلَم أَجِدُ مَا يَدُلُّ عَلَى صِحَةِ مَا قِيلَ فِي حَقِ عَطِيَّةَ العَوفِيّ ، وَمَعَ هَذَا فَكَثِيرٌ مِنَ العُلَمَاءِ يُحكِي هَذَا عَن عَطِيَّةَ .[13]

کلبی کذاب ومتروک ہے، اس کی یہ بات قابلِ اعتماد نہیں، عطیہ العوفی کے متعلق جو کچھ کہا گیا میرے نزدیک وہ بے بنیاد ہے، اس کے باوجود بکثرت علماء عطیہ العوفی سے متعلقہ یہ (غیر معتبر) روایت بیان کرتے رہے۔

یہی وجہ ہے کہ عطیہ بن سعد العوفی پر علمائے جرح وتعدیل نے نقل در نقل تدلیس کا حکم تو لگایا لیکن ذخیرۂ حدیث وسیرت میں سے ایک روایت بھی ایسی پیش نہیں کر سکے جس میں عطیہ بن سعد العوفی کی تدلیس ثابت ہو رہی ہو، چنانچہ معروف مصری عالم ومحقق محمود سعید ممدوح الشافعی رقم طراز ہیں:

إِنَّ كَلَامَهُم فِي تَدلِيسِ عَطِيَّة العُوفِي لَو كَانَ مُعتَمِدًا عَلَى سَبرِ مَروِيَاتِهِ لَأَبرَزُوا ذَالِكَ وَ بَيَّنُوهُ وَ تَدَاوَلُوهُ فِي كُتُبِ الرِّجَالِ وَالتَارِيخِ ، وَ كَأَنَّكَ لَا تَجِدُ مِثَالًا وَاحِدًا يُسعِفُ صَاحِبَ الدَّعوَى.[14]

عطیہ العوفی کی تدلیس پر علمائے جرح وتعدیل کا موقف اگر اس کی مرویات کی بنا پر ہوتا تو وہ مرویاتِ متعلقہ سامنے لاتے اور کتبِ رجال وتاریخ میں بیان کرتے، لہٰذا ان کے دعویٰ کی دلیل ایک روایت تک کی مثال بھی نہیں ملے گی۔

بالفرض اگر راوی عطیہ بن سعد عوفی پر ابوسعید کی کنیت کے ساتھ تدلیس کا الزام مان بھی لیا جائے تو بھی فقط وہی روایات مشتبہ ہوں گی جو تفسیرِ قرآن سے تعلق رکھتی ہیں نہ کہ بقیہ جملہ روایات، کیوں کہ محمد بن السائب کلبی سے تفسیری روایات منقول ہیں، چنانچہ ابنِ رجب حنبلیؒ نے اس امر کی وضاحت یوں کی:

وَلَكِنَّ الكَلَبِي لَا يُعتَمَدُ عَلَى مَا يُروِيهِ. وَأَن صَحَّت هَذِهِ الحِكَايَةُ عَن عَطِيَّةَ فَإِنَّمَا يَقتَضِي التَوَقُّف فِيمَا يُحكِيهِ عَن أَبِي سَعِيدٍ مِنَ التَفسِيرِ خَاصَّةً.فَأَمَّا الأَحَادِيثُ المَرفُوعَةُ الَّتِي يُروِيهَا عَن أَبِي سَعِيدٍ، فَإِنَّمَا يُرِيدُ أَبَا سَعِيدِ الخُدرِيّ، وَيُصَرِّحِ فِي بَعضِهَا بِنِسبَتِهِ.[15]

کلبی کی مرویات ناقابلِ اعتبار ہیں، بالفرض عطیہ عوفی کے متعلق حکایتِ کلبی درست بھی مان بھی ہو تو یہ محض اس بات کی متقاضی ہے کہ عطیہ کی کلبی سے فقط تفسیری روایات میں توقف ہے، دوسری مرفوع روایات میں نہیں، ان میں ابوسعید سے مراد حضرت ابوسعید الخدریؓ ہی ہوتے ہیں اور وہ درست ہیں بلکہ بعض میں تو ان کے نام کی صراحت بھی ہے،

---

12 -محمد بن احمد الذهبیؒ الشافعی المتوفی ۷۴۸ ھ ،میزان الاعتدال،(دارالکتب العلمیہ بیروت،۱۹۹۵ء)۔ج۳ص۵۵۹۔

13 -مصطفی بن اسماعیل السلیمانی ،اتحاف النبیل بأجوبة أسئلة علوم الحدیث والعلل والجرح والتعدیل ،(مکتبة الفرقان عجمان ، الطبعة الثانیه۱۴۲۱ھ۲۰۰۰ء)،ج۲ص۲۱۰۔

14 -محمود سعید بن محمدممدوح ،رفع المنارة فی تخریج احادیث التوسل والزیارة ،(دارالامام الرازی للنشر والتوزیع مصر،الطبعة الاولیٰ ۱۴۴۰ھ۲۰۱۸ء)،ص۱۶۵۔

15 -عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب الحنبلی المتوفی ۷۹۵ھ،شرح علل الترمذی،(مکتبة المنار الزرقاء الاردن،الطبعة الاولی ۱۴۰۷ھ۱۹۸۷ء)،ج۲ص۸۲۳۔

لہٰذا یہ روایات ان سے لی جاتی ہیں۔[16]

مذکورہ بالا تحقیق سے یہ حقیقت بالکل واضح ہوگئی کہ حدیثِ ثقلین کا مرکزی راوی عطیہ بن سعد العوفی تدلیس کے الزام سے بری ہے، اور علمائے جرح و تعدیل کی طرف سے آپؒ پر تدلیس کا الزام بے بنیاد ہے، اور کتابوں میں نقل در نقل چلا آیا ہے، کیوں کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سب سے پہلے بات کرنے والے سے غلطی ہوتی ہے اور وہ نقل در نقل بعد کی کتابوں میں منتقل ہوتی رہتی ہے[17]، جہاں تک مولانا محمد نافعؒ کی دوسری بات یعنی عطیہ عوفی اور ان کے شیخ محمد بن السائب کلبی کا ہم مسلک (شیعہ) ہونا ہے، تو ہمیں عطیہ بن سعد العوفی کے شیخ کلبی کے مسلک سے کوئی غرض نہیں کیوں کہ اس کا ہمارے موضوع سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں، البتہ ان کے اپنے مسلک کے متعلق تحقیق ہونی چاہیے، تو عطیہ بن سعد العوفی کے "تشیّع" کے متعلق الکاشف للذھبی کے محقق محمد عوامہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

شِيعِيَّتُهُ عَلَى المَعنَى الَّذِي اصطَلَحُوا عَلَيهِ:مُحَبَّةُ عَلِيٍّ وَتَقدِيمُهُ عَلَى الصِّحَابَةِ إِلَّا أَبَا بَكرٍ وَ عُمَرَ، وَانظُر فَهرِسَ الأَعلَامِ مِن فَضَائِلِ الصِّحَابَةِ لِإِمَامٍ أَحمَدَ، لَتَرَى فِيهِ عَدَدًا مِنَ الأَحَادِيثِ فِي فَضَائِلِ الشَّيخَينِ مِن رِوَايَةِ عَطِيَّةَ هَذَا.[18]

عطیہ بن سعد العوفی کے لئے علمائے جرح و تعدیل کے ہاں مستعمل اصطلاح "تشیّع" سے مراد حبِّ علیؓ اور ابو بکرؓ و عمرؓ کے سوا بقیہ صحابہؓ پر آپؓ کی تقدیم ہے، چنانچہ "فضائل الصحابہؓ از احمد بن حنبلؒ" کی فہرستِ اعلام دیکھیں جس میں فضائلِ ابو بکرؓ و عمرؓ میں عطیہ بن سعد العوفی کی متعدد مرویات ہیں۔

جہاں تک "تشیّع" کے متعلق علمائے جرح و تعدیل کے موقف کا تعلق ہے تو اس پر شمس الدین الذھبی لکھتے ہیں:

إِنَّ البِدعَةَ عَلَى ضَربَينِ : فَبِدعَةٌ صُغرَى كَغُلُوِّ التَّشَيُّعِ ، أَو كَالتَّشَيُّعِ بِلَا غُلُوٍّ وَلَا تَحَرُّقٍ ، فَهَذَا كَثِيرٌ فِي التَّابِعِينَ وَتَابِعَيهِم مَعَ الدِّينِ وَالوَرَعِ وَالصِّدقِ. فَلَو رُدَّ حَدِيثُ هَؤُلَاءِ لَذَهَبَ جُملَةٌ مِنَ الآثَارِ النَّبَوِيَةِ ، وَهَذِهِ مُفسِدَةٌ بَيِّنَةٌ.[19]

بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعتِ صغریٰ جیسے غالی و متشدد یا معتدل و متوازن تشیّع، تابعین و تبع تابعین میں عدالت، تقویٰ اور صداقت کے ساتھ ایسا تشیّع بکثرت ہے، ان کی روایت رد کریں تو جملہ آثارِ نبویہ ضائع ہو جائیں، لہٰذا ایسا کرنا کھلے نقصان کا موجب ہے۔

متذکرہ بالا تحقیق واضح کر رہی ہے کہ محض "تشیّع" کی بنیاد پر کسی راوی کی روایت رد کر دینا شریعت کے ضیاع کا موجب

---

16 -سید محمد امین بن عمر شامی المتوفی ۱۲۵۲ھ ،شرح عقود رسم المفتی ،(مکتبۃ البشریٰ کراتشی باکستان ،الطبعۃ الاولی ۱۴۳۰ھ ۲۰۰۹ء)، ص ۱۳۔

17 -ابو احمد بن عدی الجرجانی المتوفی ۳۶۵ھ ،الکامل فی ضعفاء الرجال،(دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ،الطبعۃ الاولی ۱۴۱۸ھ ۱۹۹۷ء)، ج ۷ ص ۸۵۔

18 -محمد بن احمد الذھبی المتوفی ۷۴۸ھ ، الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستہ و ذیلہ ،(دارالقبلہ لثقافۃ الاسلامیہ جدہ ،الطبعۃ الاولی ۱۴۱۳ھ ۱۹۹۲ء)، ج ۲ ص ۲۷۔

19 -میزان الاعتدال فی نقدالرجال، ج ۱ ص ۴۹۔

ہے، پھر راوی مذکور کی فی نفسہ صداقت وعدالت علمائے جرح و تعدیل کے ہاں ثابت ہے[20]، لہٰذا واضح ہوا کہ راوی عطیہ بن سعد العوفی عادل و صدوق راوی ہے، اور اس پر "تدلیس و تشیع" کا الزام بے بنیاد اور تتبع در تتبع کا نتیجہ ہے۔

راوی پر نقد و جرح کی تحقیق

حدیثِ ثقلین کے ایک مرکزی راوی زید بن الحسن الانماطی بھی ہیں جن پر مولانا محمد نافعؒ نے نقد و جرح کی، چنانچہ وہ حوالہ جات دینے کے بعد لکھتے ہیں کہ "ہر چہار حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ زید مذکور مسند عنہ ہے، یعنی اس سے شیعی روایات لی جاتی ہیں اور امام جعفر صادقؒ کے اصحاب میں شمار کیا گیا ہے اور مامقانی مزید اضافہ کرتے ہیں کہ اس کا "امامی المذھب" ہونا ظاہر ہے، جو بزرگ ہمارے رجال میں ضعیف ہوں منکر الحدیث ہوں ثقہ راویوں کے خلاف روایات فراہم کر کے قوم میں ترویج کرنا ان کا شیوہ ہو اور شیعہ رجال میں مروی عنہ ہوں ان سے روایت لی جاتی ہو ائمہ کے خصوصی اصحاب میں شمار ہوتے ہوں، مخصوص مسلک رکھتے ہیں، ایسے لوگوں کی روایت چشم پوشی کرتے ہوئے کیسے قبول کر لی جائے؟"[21]

مولانا کی تحریر سے حسبِ ذیل نکات سامنے آئے:

ا۔ راوی زید بن الحسن الانماطی سے شیعہ روایت لیتے تھے۔

۲۔ راوی مذکور امام جعفر صادقؒ کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں۔

۳۔ راوی زید بن الحسن الانماطی کا مخصوص مسلک "امامی المذھب" ہونا ثابت ہے۔

۴۔ راوی مذکور ضعیف اور منکر الحدیث ہے۔

۵۔ ثقہ راویوں کے خلاف روایت کرتا ہے۔

مولانا محمد نافعؒ کے نقد کا تجزیہ

مولانا محمد نافعؒ کا پہلا اعتراض مبنی بر تکلف ہے، کیوں کہ ایسے لاتعداد شیعہ راوی ہیں جو غالی ہیں نہ ہی اپنی بدعت کے داعی، بایں سبب ان سے کتبِ ستہ و دیگر کتبِ حدیث میں روایت لی گئی، اور اس بنیاد پر ان کی روایت کو رد نہیں کر دیا گیا کہ وہ شیعہ راوی ہیں، یا ان سے اہل التشیع روایت لیتے ہیں، چنانچہ امام ذھبیؒ رقم طراز ہیں:

---

20 -احمد ابنِ حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ ھ،نتائج الافکارفی تخریج احادیث الاذکار ،(دار ابن کثیرللنشر والتوزیع بیروت،الطبعة الثانیه ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء)، ج ا ص ۲۶۷۔

21 -حدیثِ ثقلین، ص ۶۰۔

زید بن حسن الانماطی قرشی الکوفی بغدادی حدیث کے معروف راویوں میں سے ہیں، ابنِ حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا، رواۃ حدیث کے مدارج میں آٹھویں درجے کے راوی تھے، ان کی وفات ۲۰۰ھ کے قریب ہوئی۔

امام جعفر الصادق بن محمد الباقر بن زین العابدین بن امام حسین بن علی بن ابی طالب حدیث کے معروف تابعی اور رواۃ میں سے ہیں، اپنے دور کے سب سے بڑے محدث و فقیہ تھے، امام ابو حنیفہ اور امام مالک ایسے جلیل القدر فقہاء نے آپؒ سے استفادہ کیا، آپؒ کی وفات ۱۴۸ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔

فَلِقَائِلٍ أَن يَقُولَ: كَيفَ سَاغَ تَوثِيق مُبتَدِعٍ وَحَدُّ الثِّقَةِ العَدَالَة وَالإتقَان؟ فَكَيفَ يَكُون عَدلًا مَن هُو صَاحِبُ بِدعَة؟ وَجوَابُه أَن البِدعَةَ عَلى ضَربَين: فَبدعَة صُغرى كَغُلو التَّشَيُّع، أَو كَالتَّشيع بِلَا غُلو وَلَا تَحرُّف، فَهَذا كَثِير فِي التَّابِعِينَ وَتَابعَهِم مَع الدِينِ وَالوَرعِ وَالصِدقِ.فَلَو رُد حَدِيث هَؤُلَاء لَذَهَب جُملة مِن الآثَارِ النَّبَوِيَة، وَهَذِه مفسدَة بَيِّنَة.[22]

معترض کا یہ اعتراض کہ ایک بدعتی راوی کی توثیق کیوں کر ہو جب کہ ثقاہت تو عدالت واتقان کی بنیاد پر ہوتی ہے، اور بدعتی عادل ہو نہیں سکتا؟ تو جواباً عرض ہے کہ بدعت دو طرح کی ہے، ایک بدعتِ صغریٰ جیسے غالی شیعہ ہونا، یا دوسرا یہ کہ غالی و محرف شیعہ نہ ہونا ، جب کہ دوسری قسم کے شیعہ راوی (یعنی غالی نہ ہونا) تو تابعینؒ اور تبع تابعینؒ میں بکثرت تھے، جو متدین، متقی اور صداقت مآب تھے ، اگر ان سے مروی احادیث رد کر دی جائیں تو جملہ آثارِ نبویہ سے ہاتھ دھونا پڑیں گے اور یہ صریح نقصان کا موجب ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ محض راوی کا شیعہ ہونا، یا اس سے شیعہ کا روایت لینا ہر گز موجبِ ردِ روایت نہیں، جہاں تک دوسرے اور تیسرے اعتراض کا تعلق ہے کہ راوی مذکور امام جعفر صادقؒ کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں اور امامی المذهب ہیں لہٰذا ان کی روایت نا قابل قبول ہے، تو اس ضمن گزارش ہے کہ مولانا موصوف نے یہ دعویٰ خلافِ حقیقت کیا، کیوں کہ حضرت امام جعفر صادقؒ بجائے خود ایک جلیل القدر اور معتبر عالم، صدق وعدالت کے پیکر اور ورع و تقویٰ میں مقتدیٰ کی حیثیت رکھتے تھے، پھر ان کے اصحاب میں جلیل القدر ائمہ فقہ وحدیث شامل تھے جنہوں نے ان سے اکتسابِ فیض کیا، چنانچہ شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ لکھتے

ہیں:

فَإِنَّ جَعفَرَ بنَ مُحَمَّدٍ لَم يَجِيء بَعد مِثله وَقَد أَخَذَ العِلمَ عَنهُ هَؤُلَاءِ الأَئِمَّةُ كَمَالِكٍ وَابنُ عُيَينَةَ وَشُعبَةُ وَالثَّورِيُّ وَابنُ جُرَيجٍ وَيَحيَى بنَ سَعِيدٍ وَأَمثَالُهُم مِنَ العُلَمَاءِ المَشَاهِيرِ الأَعيَانِ.[23]

بلاشبہ امام جعفر بن محمد (الصادق) کی مثل بعد میں کوئی نہیں، ان سے امام مالکؒ، محدث ابنِ عیینہؒ، محدث شعبہؒ، محدث وفقیہ سفیان ثوریؒ، محدث ابنِ جریجؒ اور محدث وفقیہ یحیٰ بن سعیدؒ ایسے مشاہیر اور چوٹی کے ائمۂ علم نے اکتسابِ فیض کیا۔

علاوہ ازیں خیر الدین زرِکلی الدمشقیؒ نے لکھا:

كَانَ مِن أَجِلَّاءِ التَّابِعِينَ. وَلَهُ مَنزِلَةٌ رَفِيعَةٌ فِي العِلمِ. أَخَذَ عَنهُ جَمَاعَةٌ، مِنهُم الإِمَامَانِ أَبُو حَنِيفَةَ وَمَالِكٌ. وَلُقِّبَ بِالصَّادِقِ لِأَنَّه لَم يُعرَف عَنهُ الكَذِبَ قَطٌّ.[24]

امام جعفر صادقؒ جلیل القدر تابعین میں سے تھے، علم میں بلند مقام کے مالک تھے، آپؒ سے اہلِ علم کے ایک بڑے گروہ نے روایت کیا جن میں امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ وغیرہ ایسی جلیل القدر ہستیاں شامل ہیں، آپؒ کا لقب صادق تھا، بایں سبب کہ آپؒ نے قطعی طور پر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

لہذا بخوبی ثابت ہوا کہ راوی زیرِ بحث امام جعفر صادقؒ کے اصحاب میں شامل ہونے کے سبب نا قابل قبول نہیں بلکہ جلالتِ شان اور معتبر شخصیت کا مالک ہے۔

---

22 -میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج ا ص ۵۔

23 -منہاج السنۃ النبویۃ، ج ۴ ص ۱۲۶۔

24 -خیرالدین الزرکلی المتوفی ۱۳۹۶ ھ ،الاعلام ،(دارالعلم للملایین بیروت ، الطبعة الخامسة عشر ۲۰۰۲ء)، ج ۲ ص ۱۲۶۔

جہاں تک راوی زید بن حسن الانماطی کے ضعیف اور منکر الحدیث ہونے کا تعلق ہے تو مولانا نے راوی پر بیک جنبشِ قلم یہ حکم لگا کر تصویر کا ایک دھندلا سا رخ دکھانے کی کوشش کی، حالاں کہ پوری بات یوں ہے کہ راوی مذکور پر فقط ابنِ ابی حاتمؒ نے جرح کرتے ہوئے "منکر الحدیث" ہونے کا حکم لگایا[25]، اور پھر ان کے تتبع میں متاخرین علمائے جرح و تعدیل جیسے امام ذہبیؒ[26] اور امام ابنِ حجر عسقلانیؒ[27] وغیرہ نے بھی یہی حکم لگایا، پھر ابنِ حجر عسقلانیؒ نے فقط ضعف کا حکم لگایا اور سببِ ضعف بیان نہیں

کیا للہٰذا ان کی جرح مبہم ہوگی۔

ضعیف و منکر ہونے کی تحقیق

راوی مذکور پر ضعف اور منکر الحدیث ہونے کا حکم لگانا دو طرح سے محلِ نظر ہے، ایک یہ کہ ابنِ ابی حاتم جب کسی راوی پر جرح کرتے ہیں تو ان کی جرح میں حد سے زیاد شدت اور درشتی پائی جاتی ہے، چنانچہ امام شمس الدین ذہبیؒ رقم طراز ہیں:

إِذَا وَثَّقَ أَبُو حَاتِمٍ رَجُلاً فَتَمَسَّك بِقَولِهِ، فَإِنَّهُ لاَ يُوَثِّقُ إِلاَّ رَجُلاً صَحِيحَ الحَدِيثِ، وَإِذَا لَيَّنَ رَجُلاً، أَو قَالَ فِيهِ: لاَ يُحتَجُّ بِهِ، فَتَوَقَّف حَتَّى تَرَى مَا قَالَ غَيرُهُ فِيهِ، فَإِن وَثَّقَهُ أَحَدٌ، فَلاَ تَبنِ عَلَى تَجرِيحِ أَبِي حَاتِمٍ، فَإِنَّهُ مُتَعَنِّتٌ فِي الرِّجَالِ، قَد قَالَ فِي طَائِفَةٍ مِنْ رِجَالِ (الصِّحَاحِ) :لَيسَ بِحُجَّةٍ، لَيْسَ بِقَوِيٍّ، أَونَحو ذَلِكَ .[28]

جب ابو حاتم کسی راوی کو ثقہ کہیں تو مان لو، کیوں کہ وہ صحیح الحدیث راوی ہی کی توثیق کریں گے، اور اگر کسی راوی کو ضعیف یا نا قابل استدلال قرار دیں تو دوسرے محدثین کی تائید کے بغیر توقف کریں، اگر دوسرا کوئی محدث اس راوی کی توثیق کردے تو ابنِ ابی حاتمؒ کی بات نہ مانیں کیوں کہ وہ حدیث کے راویوں پر جرح کرنے میں نہایت متشدد ہیں، انہوں نے تو صحاحِ ستہ کے راویوں کو بھی ضعیف اور نا قابل استدلال وغیرہ تک کہہ دینے میں تامل نہیں کیا۔

لہذا ثابت ہوا کہ راوی زید بن حسن الانماطی پر ابنِ ابی حاتمؒ جرح کرنے میں متفرد و تنہا ہیں، اور امام ذہبیؒ اور امام ابنِ حجر عسقلانیؒ کی جرح ابنِ ابی حاتمؒ کے تتبع میں ہے، نیز امام عسقلانیؒ کی جرح بھی مبہم ہے، اس لئے دیکھا جائے گا کہ ابنِ ابی حاتمؒ کے علاوہ بھی متقدمین نے راوی مذکور پر کسی طرح کی کوئی جرح کی تو یاد رہے کہ راوی مذکور کا ذکر امام بخاریؒ نے بھی کیا لیکن اس پر کوئی جرح نہیں کی[29]، امام بخاریؒ جب بھی کسی مجروح راوی کا ذکر کرتے ہیں تو اس پر جرح ضرور ذکر کرتے ہیں[30] جس سے ثابت ہوا کہ امام بخاریؒ کے ہاں زید بن الحسن الانماطیؒ ثقہ راوی ہے، بعینہ امام ابنِ حبانؒ

---

25 -ابو محمد عبدالرحمٰن ابنِ ابی حاتم الرازی المتوفی ۳۲۷ ھ، الجرح والتعدیل ،(دار احیاء التراث العربی بیروت ،الطبعۃ الاولی۱۲۷۱ھ ۱۹۵۲ء)،ج۳ص ۵۶۰۔

26 - میزان الاعتدال فی نقد الرجال،ج۲ص ۱۰۲۔

27 -احمد ابنِ حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ ھ، تقریب التھذیب ،(دار الرشید سوریا ،الطبعۃ الاولی۱۴۰۶ھ۱۹۸۶ء)،ج۱ص ۲۲۳۔

28 -محمد بن احمد الذہبیؒ المتوفی ۷۴۸ ھ،سیر اعلام النبلاء ،(مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ،الطبعۃ الثالثہ۱۴۰۵ھ۱۹۸۵ء)،ج۱۳ص ۲۶۰۔
امام ابنِ حجر عسقلانیؒ نے بھی مقدمہ فتح الباری میں ابنِ ابی حاتم کے متعلق انہی خیالات کا اظہار کیا اور کہا کہ وہ جرح کرنے میں نہایت متشدد ہیں۔

29 -محمد بن اسماعیل البخاری الجعفیؒ المتوفی ۲۵۶ ھ ، التاریخ الکبیر،(دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ہند، س،ن)،ج۳ص ۳۹۲۔

30 -محمد بن علی شوکانی المتوفی ۱۲۵۰ ھ ،نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ،(دارالحدیث مصر ،الطبعۃ الاولی۱۴۱۳ھ۱۹۹۳ء)،ج۳ص ۲۵۲۔

نے بھی ان کا ذکر ثقات میں کیا[31]، اسی طرح امام ترمذیؒ کے نزدیک بھی زید بن الحسن الانماطیؒ کی ثقاہت کے سبب حدیثِ ثقلین حسن لذاتہ[32] کے درجہ پر ہے، جس سے واضح ہے کہ امام ترمذیؒ کے ہاں بھی راوی مذکور ثقہ و معتبر ہے۔

الغرض راوی زید بن الحسن الانماطیؒ ثقہ و معتبر ہے، اور ابنِ ابی حاتمؒ جرح کرنے میں متشدد ہیں اور راوی مذکور پر جرح کا کوئی سبب یا وجہ بیان نہیں کی، پھر متقدمین میں سے کسی محدث یا امام کی انہیں تائید بھی حاصل نہیں، لہٰذا امام بخاریؒ، امام ترمذیؒ اور امام ابنِ حبانؒ کے ہاں جو راوی مذکور کی ثقاہت و تعدیل ثابت ہے اسی کو ترجیح ہوگی، اور اس بنا پر حدیثِ ثقلین بروایتِ ترمذی معتبر و قابلِ حجت ہوگی۔

راوی پر جرح کی تحقیق

حدیثِ ثقلین کے مرکزی راویوں میں ایک راوی شریک بن عبداللہ النخعیؒ بھی ہیں، جن کے متعلق مولانا محمد نافعؒ کا موقف یہ ہے کہ راوی مذکور مضطرب الحدیث اور کثیر الغلط ہونے کے ساتھ ضعیف، امامی المذہب اور مدلّس تھا۔[33]

مولانا محمد نافعؒ نے جن کتبِ جرح و تعدیل کی بنیاد پر راوی مذکور کو مجروح قرار دیا ذیلی سطور میں ان کی روشنی میں تحقیق پیشِ خدمت ہے۔ چنانچہ حدیثِ ثقلین بروایتِ مسندِ احمد کے ایک راوی شریک بن عبداللہ النخعی القاضی بھی ہیں، راوی مذکور پر جرح کرتے ہوئے امام ابنِ حجر عسقلانیؒ رقم طراز ہیں:

وَنَسَبَهُ عَبدُ الحَقّ فِي الاَحكَامِ إِلَى التَدلِيسِ وَسَبَقَهُ إِلَى وَصفِهِ بِهِ الدَّارَقُطنِي.[34]

عبدالحق اشبیلیؒ نے الاحکام میں شریک بن عبداللہ النخعی کی طرف تدلیس کی نسبت کی، اور ان سے قبل امام دار قطنیؒ نے راوی مذکور کو مدلس قرار دیا۔ ابنِ حزم الظاہری نے تو یہاں تک کہہ دیا:

مُدَلِّسٌ لِلمُنكَرَاتِ إِلَى الثِّقَاتِ ، وَقَد رَوَى البَلَايَا وَالكَذِبَ الَّذِي لَاشَكَّ فِيهِ عَنِ الثِّقَاتِ .[35]

راوی شریک بن عبداللہ النخعی منکر روایات کو ثقہ راویوں سے منسوب کرکے تدلیس کرتے ہیں، اور کبھی تو خالص فضولیات اور جھوٹی باتیں ثقہ راویوں سے منسوب کرکے روایت کردیتے ہیں۔

راوی مذکور کی طرف تشیُّع کی نسبت کرتے ہوئے جوزجانی نے لکھا:

---

31 -محمد ابنِ حبان المتوفی ۳۵۴ ھ، الثقات ،(دارلمعارف العثمانیه حیدرآباد دکن ہند، الطبعة الاولیٰ ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء)، ج۶ ص ۳۱۴۔

32 -محمد بن عیسیٰ الترمذی المتوفی ۲۷۹ ھ، السنن الترمذی ،(دارالغرب الاسلامی بیروت، ۱۹۹۸ء)، حدیث ۳۷۸۶۔

33 - حدیثِ ثقلین، ص ۴۷، ۴۸۔

شریک بن عبداللہ النخعی ۹۵ھ کو خراسان کے شہر بخارا میں پیدا ہوئے، اور کوفہ ہجرت کی جہاں تاحیات رہے، بہت بڑے محدث، فقیہ اور عابد و زاہد تھے، ان سے متعدد احادیث مروی ہیں، جلیل القدر تابعین سے استفادہ کیا اور ۱۷۵ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔

34 -احمد ابنِ حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ ھ ،طبقات المدلسین ،(مکتبة المنار عمان ،الطبعة الاولیٰ ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء)، ص ۳۳۔

ابن قطان الفاسی اور مقدسی وغیرہ نے بھی یہی موقف اختیار کیا اور راوی مذکور کو مشہور مدلس قرار دیا، منہ۔

35 -ناصر بن حمد الفهد ،الجرح والتعدیل عند بن الحزم الظاهری ، (اضواء السلف ریاض السعودیه ،الطبعة الاولیٰ ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء)، ص ۱۳۰۔

سِيءُ الحِفظِ مُضطَرِبُ الحَدِيثِ مَائِل.[36]

شریک بن عبداللہ النخعی کا حافظہ خراب، روایت مضطرب ہے اور وہ مائل بہ تشیُّع ہیں۔

راوی پر نقد کا تجزیہ

توجہ طلب امر یہ ہے کہ راوی شریک بن عبداللہ النخعی کے متعلق علمائے جرح وتعدیل جن باتوں پر متفق ہیں وہ یہ ہیں کہ عہدۂ قضاپر فائز ہونے کے بعد راوی مذکور کا حافظہ متاثر ہوا، اور اس کے بعد ان کی روایات مضطرب ہیں اور ان کی روایتوں میں اغلاط ہیں، یعنی عہدۂ قضاپر فائز ہونے سے قبل ان کی روایات پر کسی کا کوئی اعتراض و نقد نہیں، لیکن تدلیس و تشیُّع کا حکم صرف جوزجانی اور دار قطنی نے ہی لگایا، ابن قطان الفاسی، عبدالحق اشبیلی اور ابنِ حزم اندلسی وغیرہ متاخرین اہلِ علم نے تو متقدمین کے تتبع میں ایسا کہا، جب کہ شریک بن عبداللہ النخعی کے ہمعصر ائمہ و محدثین کو آپؒ میں "تدلیس" اور "تشیُّع" کے ہلکے سے اثرات تک نظر نہیں آئے، چنانچہ امام عبداللہ بن مبارکؒ نے "سوءِ حفظ" کے سبب آپؒ کی روایت کو ضعیف قرار دیا اور "تدلیس" و "تشیُّع" کا ذکر تک نہ کیا،[37] راوی شریک بن عبداللہ النخعی کا وصال ۱۷۷ھ میں ہوا،[38] اور محدث و امام عبداللہ بن مبارکؒ کا وصال ۱۸۱ھ میں[39]، جب کہ ابو اسحاق جوزجانی کی وفات بہت بعد ۲۵۹ھ[40] اور محدث دار قطنی کی وفات ۳۸۵ھ میں ہوئی[41]، شریک بن عبداللہ النخعی کے ہم عصر جرح وتعدیل کے عالم امام عبداللہ بن مبارکؒ کو آپؒ میں تدلیس و تشیُّع کے آثار تک نظر نہیں آئے، لیکن بہت بعد والوں کو نظر آگئے، جن پر اندھا اعتماد کرتے ہوئے متاخرین اور خصوصاً مولانا محمد نافعؒ راوی مذکور پر یہی الزامات دہراتے رہے، لہٰذا لگے ہاتھوں ایک ایسا حوالہ بھی ملاحظہ کرلیں جس سے راوی مذکور پر "تدلیس" کے حکم کی ساری بنیادیں خود بخود مسمار ہو جائیں گی، چنانچہ راوی مذکور کے ایک اور ہم عصر محدث و امام یزید بن ھارون المتوفی ۲۰۶ھ نے بھی تدلیس کے الزام کی تردید کی ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں:

قَدِمتُ الكُوفَةَ فَمَا رَأَيتُ بِهَا أَحَدًا إِلَّا وَهُوَ يُدَلِّسُ إِلَّا مِسعَرَ بنَ كِدَامٍ وَشَرِيكًا.[42]

میں کوفہ آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ مسعر بن کدام اور شریک کے علاوہ ہر راوی تدلیس کرتا ہے۔

لہٰذا روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ راوی شریک بن عبداللہ النخعی پر تدلیس کا حکم امام دار قطنیؒ کا اجتہاد ہے، جو تقریباً دو سو سال بعد کیا گیا اور محلِ نظر ہے، بایں وجہ کہ جلیل القدر محدثین و ائمہ نے راوی مذکور پر "حکمِ تدلیس و تشیُّع" کو غیر معتبر قرار دیا، چنانچہ امام ابنِ حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:

---

36 -ابو اسحاق ابراہیم الجوزجانی المتوفی ۲۵۹ ھ، احوال الرجال ،(حدیث اکادمی فیصل آباد پاکستان)، ص ۱۵۰۔ ابو الفتح ازدی سے بھی اسی طرح کا موقف مروی ہے۔

37 -احمد ابنِ حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ ھ ،لسان المیزان ، (دار البشائر الاسلامیہ ،۱لطبعة الاولیٰ ۱۴۲۳ھ ۲۰۰۲ء)، ج ۴ ص ۲۷۰۔

38 -محمد بن احمدالذھبی المتوفی ۷۴۸ ھ ،تذکرة الحفاظ طبقات الحفاظ،(دارالکتب العلمیه بیروت لبنان، الطبعة الاولیٰ ۱۴۱۹ھ ۱۹۹۸ء)، ج ۱ ص ۱۷۰۔

39 -ایضاً، ج ۱ ص ۲۰۴۔

40 -الاعلام، ج ۲ ص ۱۴۷۔

41 -ایضاً، ج ۲ ص ۳۲۹۔

42 -ابو بکر احمد الخطیب بغدادی المتوفی ۴۶۳ ھ،الکفایة فی علم الروایة ،(المکتبة العلمیه مدینه منورة)، ص ۳۶۱۔

وَلمَاَ وَلِّيَ القَضَاءَ تَغَيَّرَ حِفظُهُ وَكَانَ يَتَبَرَّأُ مِنَ التَدلِيسِ.[43]

شریک بن عبداللہ النخعی جب عہدۂ قضاپر فائز ہوئے توان کا حافظہ متاثر ہوالیکن تدلیس سے بہر حال وہ بری تھے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ راوی مذکور کا حافظہ ضرور متاثر ہوالیکن حکمِ تدلیس بعد والوں کا محض اجتہاد ہے۔

راوی کا عہدۂ قضاپر فائز ہونا

چوں کہ علمائے جرح وتعدیل اس بات پر متفق ہیں کہ عہدۂ قضاپر فائز ہونے کے بعد راوی مذکور کا ضبط وحافظہ متاثر ہوا، تحقیق طلب امر یہ ہے کہ موصوف کب عہدۂ قضاپر فائز ہوئے، چنانچہ محدث ابنِ حبانؒ رقم طراز ہیں:

وَوَلِّيَ القَضَاءَ بِوَاسِطِ سَنَة خَمسِينَ وَمِائَة ثُمَّ وَلِّيَ الكُوفَةَ بَعدَ ذَلِكَ.[44]

شہرِ واسط میں شریک بن عبداللہ النخعی نے ۱۵۰ھ میں عہدۂ قضاسنبھالا بعدازاں کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے۔

اور خیر الدین الزرکلی کے مطابق:

اِستِقضَاهُ المَنصُورُ العَبَاسِي عَلَى الكُوفَةِ سَنَةَ ۱۵۳ ھ ثُمَّ عَزَلَهُ.[45]

خلیفہ منصور عباسی نے شریک بن عبداللہ النخعی کو۱۵۳ھ میں منصبِ قضاپر فائز کیا پھر کچھ عرصہ بعد معزول بھی کر دیا۔

ثابت ہوا کہ راوی شریک بن عبداللہ النخعی جب ۱۵۳ھ میں کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے تواس کے بعد آپؒ کا حافظہ متاثر ہوا، اسی حقیقت کی طرف محدث ابنِ حبانؒ اشارہ کرتے ہیں:

وَ كَانَ فِي آخِرِ أَمرِهِ يُخطِىءُ فِيمَا يَروِي تَغَيَّرَ عَلَيهِ حِفظُهُ، فَسَمَاعُ المُتَقَدِّمِينَ عَنهُ الَّذِينَ سَمِعُوا مِنهُ بِوَاسِطٍ لَيسَ فِيهِ تَخلِيطٌ مِثلُ يَزِيدِ بنِ هَارُونَ وَ إِسحَاقِ الأَزرَق، وَ سَمَاعُ المُتَأَخِّرِينَ عَنهُ بِالكُوفَةِ فِيهِ أَوهَامٌ كَثِيرَةٌ.[46]

شریک بن عبداللہ کے آخری دورِ عمر میں ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا جس کے سبب ان کی مرویات میں غلطیاں ہیں، لہٰذا واسط میں جن متقدمین نے ان سے سماعِ روایت کیا اس میں غلطیاں نہیں جیسے یزید بن ھارون اور اسحاق الازرق وغیرہ، جب کہ کوفہ میں متاخرین نے جو ان سے سماعِ روایت کیا اس میں بہت غلطیاں ہیں۔

الحاصل ۱۵۳ھ سے قبل راوی شریک بن عبداللہ کی مرویات صحیح ہیں اور اس کے بعد چوں کہ آپؒ کا حافظہ متاثر ہوا اس لئے اس دور کی مرویات متاثر ہوئیں، بہت ممکن ہے کہ اسی دور کی مرویات اور اختصارِ اسناد بطریقِ فقہاء کی بنیاد پر بعض اہلِ علم نے آپؒ پر تدلیس کا الزام لگایا ہو، بہر حال امام ابنِ حجر عسقلانیؒ کی وضاحت جو قبل ازیں گزر چکی ہے اس حقیقت کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ راوی شریک بن عبداللہ النخعی تدلیس سے کوسوں دور تھے۔

راوی کے تشیُّع کی تحقیق

ابو اسحاق جوزجانی کا قول پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ شریک بن عبداللہ النخعی مائل بہ تشیُّع تھے، لیکن انہوں نے اس کی کوئی

---

43 - طبقات المدلسین، ج ا ص ۳۳۔

44 - الثقات، ج ۶ ص ۴۴۴۔

45 - الاعلام، ج ۳ ص ۱۶۳۔

46 - الثقات، ج ۶ ص ۴۴۴۔

وضاحت کی نہ ہی اس پر کوئی دلیل پیش کی، للہذا اس نقد کی حیثیت محض دعویٰ کی ہے، چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ کی راوی مذکور کے متعلق گواہی لائق توجہ ہے، امام موصوفؒ سے راوی شریک بن عبداللہ النخعی کے متعلق ایک موقع پر پوچھا گیا تو آپؒ نے فرمایا:

وَقَالَ مُعَاوِيَةُ بنُ صَالِحٍ: سَأَلتُ أَحمَدَ بنَ حَنبَلٍ عَن شَرِيكٍ، فَقَالَ: كَانَ عَاقِلًا، صُدُوقًا مُحَدِّثًا عِندِي، وَكَانَ شَدِيدًا عَلَى أَهلِ الرَّيبِ وَالبِدعِ .[47]

معاویہ بن صالح کہتے ہیں میں نے احمد بن حنبلؒ سے شریک کے متعلق پوچھا تو آپؒ نے فرمایا وہ میرے نزدیک عقلمند و صدوق محدّث تھے، اور اہلِ ریب و بدعت پر بہت سختی کرتے تھے۔

امام احمد بن حنبلؒ کی گواہی اور بے لاگ تبصرہ اس حقیقت کا غماز ہے کہ راوی شریک بن عبداللہ النخعی اہلِ ریب و بدعت کے لئے شمشیرِ برّاں تھے، قطعِ نظر اس کے کہ آپؒ کو مائل بہ تشیُّع قرار دیا جائے، انہی حقائق کی بنیاد پر محققین نے آپؒ کی زیادہ تر احادیث کو صحیح اور قابلِ حجت قرار دیا، چنانچہ ابنِ عدی کہتے ہیں:

وَالغَالِبُ عَلَى حَدِيثِهِ الصِحَّةُ وَالأُستَوَاءُ، وَالَّذِي يَقَعُ فِي حَدِيثِهِ مِنَ النَكرَةِ إِنَّمَا أُوتِيَ فِيهِ مِن سُوءِحِفظِهِ، لاَ أَنَّهُ يَتَعَمَّدُ فِي الحَدِيثِ شَيئاً مِمَّا يَستَحِقُّ شَرِيكٌ أَن يُنسَبَ فِيهِ إِلَى شَئٍ مِنَ الضُعفِ.[48]

شریک بن عبداللہ النخعی سے مروی زیادہ تر احادیث صحیح و درست ہیں، اور جن مرویات میں تھوڑا بہت ضعف ہے اس کا سبب محض ان کے حافظہ کا متاثر ہونا ہے، نہ کہ موصوف کی طرف سے عمداً کچھ ایسا ہوا جو سببِ ضعف بنے۔

راوی حسن الحدیث ہے

الحاصل راوی شریک بن عبداللہ النخعی میں تدلیس تھی نہ تشیُّع، بلکہ عہدۂ قضاء پر فائز ہونے کے بعد محض حافظہ کمزور ہونے کے سبب ان کی مرویات متاثر ہوئیں، باوجودیکہ ان کی زیادہ تر مرویات صحیح و درست ہیں جن کے شواہد و توابع بکثرت ملتے ہیں، للہذا واضح ہے کہ انہوں نے اپنے سے ثقہ کی مخالفت بھی نہیں کی، سو ان کی زیادہ تر مرویات حافظہ متاثر ہونے کے بعد بھی درجۂ حسن پر ہیں[49]، اسی لئے امام ذہبیؒ نے بھی یہی فیصلہ کیا کہ:

قُلتُ : كَانَ شَرِيكٌ حَسَنُ الحَدِيثِ إِمَامًا فَقِيهًا وَمُحَدِّثاً مُكَثِّرًا لَيسَ هُوَ فِي الإِتِّقَانِ كَحَمَّادِ بنِ زَيدٍ . وَقَد استَشهَدَ بِهِ البُخَارِيُ وَخَرَّجَ لَهُ مُسلِمٌ مُتَابَعَةً . وَوَثَّقَهُ يَحيَى بنُ مَعِينٍ، وَحَدِيثُهُ مِن أَقسَامِ الحَسَنِ .[50]

میرے نزدیک شریک حسن الحدیث، امام، فقیہ، کثیر الروایہ محدث ہے، البتہ اس کا حافظہ حماد بن زید کی طرح نہیں،

---

47 -یوسف بن عبدالرحمٰن المزی المتوفی ۷۴۲ ھ،تهذيب الكمال فى اسماء الرجال ،(مؤسسة الرسالة بيروت ،الطبعة الاولى ۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء)،ج ۱۲ص ۴۶۹۔

48 - ایضاً، ص ۴۷۲۔

49 -فاطمة بنت زيد آل رشود،شريک بن عبدالله النخعی بين الاختلاط و سوء الحفظ و اثر ذالک علی مروياته فی الکتب التسعة،(جامعه ام القریٰ سعوديه ۱۴۲۸ھ ۲۰۰۷ء)، ص ۶۹۹۔

50 - تذكرة الحفاظ،ج ۱ص ۱۷۰۔

امام بخاریؒ و مسلمؒ نے موصوف سے متابعۃً روایت کیا، یحیٰ بن معینؒ وغیرہ نے انہیں ثقہ قرار دیا۔۔اور ان سے مروی احادیث (عہدۂ قضاء پر فائز ہونے کے بعد) درجۂ حسن کی ہیں، لہٰذا مولانا محمد نافعؒ نے راوی مذکور کو جو مدلس و شیعہ اور کثیر الغلط اور مضطرب الحدیث قرار دیا وہ محض علمائے جرح و تعدیل کے تتبع میں کہا ہے۔

راوی پر جرح کی تحقیق

حدیثِ ثقلین کے مرکزی راویوں میں ابنِ عقدہ الکوفی بھی شامل ہیں، ان پر مختلف کتبِ جرح و تعدیل کے حوالے سے مولانا محمد نافعؒ کے نقد کا خلاصہ یہ ہے کہ راوی مذکور زیدی جارودی شیعہ، منکر الروایہ اور صریح جعل و فریب دینے والے بزرگ ہیں، لہٰذا نا قابلِ اعتبار اور متروک ہیں۔[51]

مولانا محمد نافعؒ نے جن کتبِ جرح و تعدیل کے حوالے سے ابو العباس ابنِ عقدہ الکوفی پر نقد کیا ان کی روشنی میں راوی مذکور پر نقد و جرح کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

چنانچہ محدث ابنِ عدیؒ، ابو بکر بن ابی غالبؒ اور محمد بن سلیمان الباغندیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ابنِ عقدۃ الکوفی حدیث میں لائقِ اعتماد نہیں، اور مشائخ کوفہ کو من گھڑت روایتوں کی تحریریں دیتے اور انہیں روایت کرنے کا کہتے[52]، محدث ابنِ جوزیؒ نے بھی ابنِ عدی کے حوالے سے یہی موقف دہرایا۔[53]

برھان الدین حلبی الشافعی المتوفی ۸۴۱ھ اس الزام و اتہام کی تردید میں بحوالہ محدث دار قطنیؒ لکھتے ہیں:

سُئِلَ عَنهُ الدَّارَقُطنِيّ ، فَقَالَ لَم يَكُن فِي الدِّينِ بِالقَوِيِّ ، وَأَكذَبَ مَن يَتَّهِمُهُ بِالوَضعِ ، إِنَّمَا بَلَاؤُهُ مِن هَذِهِ الوِجَادَات. 54

ابنِ عقدۃ کے متعلق محدث دار قطنیؒ سے پوچھا گیا تو آپؒ نے فرمایا ہاں وہ دین میں کمزور تو ہیں لیکن جس نے ان پر وضعِ حدیث کی تہمت لگائی اس نے سراسر جھوٹ کہا، ان پر اتہامِ وضع کی اس آفت و مصیبت کا سبب ان کی طرف منسوب وہ وِجادات (تحریریں) ہیں جن کی بنا پر ناقدین نے ان پر "اتہامِ وضع" کا قول کیا۔

اسی طرح معروف محدث شمس الدین ابن عبد الھادی الحنبلیؒ نے "الاختصار فی طبقات الحفاظ از امام شمس الدین ذہبیؒ" میں بھی ابنِ عقدۃ الکوفیؒ پر اتہامِ وضع کی تردید کی، اور انہیں اس الزام و اتہام سے کلیۃً بری قرار دیا، چنانچہ وہ اپنے موقف کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

51 - حدیثِ ثقلین، ص ۱۰۵ تا ۱۰۹۔

52 - الکامل فی ضعفاء الرجال، ج ۱ ص ۳۳۸، ۳۳۹۔

ابو عباس ابنِ عقدہ الکوفی عہدِ بنو عباس کے بہت بڑے محدث اور استاذ المحدثین تھے، ایک لاکھ احادیث کے اسناد و متون کے ساتھ حافظ تھے، ابن ابی الدنیا ایسے جلیل القدر محدثین سے استفادہ کیا اور طبرانی و ابو علی نیشاپوری ایسے شاگرد پیدا کیے، آپ کی وفات ۳۳۲ھ کو کوفہ میں ہوئی۔

53 -عبدالرحمٰن بن جوزی المتوفی ۵۹۷ ھ، الضعفاء والمتروکون، (دارالکتب العلمیہ بیروت، الطبعة الاولیٰ ۱۴۰۶ھ)، ج ۱ ص ۸۵۔

54 -ابراهیم بن محمد الحلبی المتوفی ۸۴۱ھ، الکشف الحثیث ،(عالم الکتب مکتبة النهضه العربیه للنشر بیروت، الطبعة الاولیٰ ۱۴۰۷ھ ۱۹۸۷ء)، ص ۵۲۔

قُلتُ ابنُ عقدَة لَا يَتعَمَّد وَضع مَتنٍ لَكِنَّهُ يَجمَع الغَرَائِبَ وَالمَنَاكِيرَ وَكَثِيرِ الرِّوَايَة عَنِ المَجَاهِيلِ.[55]

میری تحقیق یہ ہے کہ ابنِ عقدۃ نے کبھی جان بوجھ کر وضعِ حدیث کے جرم کا ارتکاب نہیں کیا، البتہ ان کے مجموعات میں غریب، ثقہ کے مقابلہ میں کمزور اور مجہول راویوں سے بکثرت روایات ملتی ہیں۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ ابنِ عقدۃ الکوفی پر وضعِ حدیث کا الزام واتہام بے بنیاد تھا، ان کے ناقد محدثین کے ہاں بھی اس الزام کی کوئی حیثیت و وقعت نہیں تھی، بلکہ انہوں نے ابنِ عقدۃ کی عظمت وجلالت کا اعتراف واظہار کیا۔

راوی پر الزامِ تشیع کی تحقیق

محدث ابو عمر بن حیویۃ کے ہاں ابنِ عقدۃ الکوفی رافضی تھا اور اصحاب رسول ﷺ، خصوصاً شیخین ؓ کی برائیاں بیان کرتا تھا[56]، حالانکہ اس کے برعکس خطیب بغدادی نے بسند ابنِ عقدۃ حضرت علی المرتضیٰ ؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابو بکرؓ و عمرؓ سوائے انبیاءؑ و مرسلینؑ کے اولین وآخرین ادھیڑ عمر جنتیوں کے سردار ہیں، اسی طرح ابنِ عقدۃ ہی کی سند سے روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ و علیؓ کی محبت صرف عقلمند دل میں جمع ہو سکتی ہے[57]، اس کے باوجود ابنِ عقدۃ پر علمائے بغداد کی ناراضگی کی وجہ محدث ابنِ صاعدؒ کی روایت کردہ حدیث میں خطا کی نشان دہی تھی، جس کے سبب اصحابِ ابنِ صاعدؒ نے وزیر علی بن عیسیٰ کو شکایت کر کے انہیں قید کروا دیا تھا، اور وہ ان کی روایات پر تنقید کرتے رہتے تھے، لیکن محدث ابو حاتمؒ نے ابنِ عقدۃؒ کی تصدیق و تصویب کی تو انہیں رہا کیا گیا اور اعزاز واکرام سے نوازا گیا[58]، لہٰذا ابنِ عقدۃ کے ناقدین کا ان پر معاصرانہ چشمک کی بنیاد پر تنقید کرنا باعثِ تعجب نہیں، اسی لئے ابو عبداللہ نیشاپوریؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابو علی الحافظؒ سے ابنِ عقدۃؒ کے ناقدین کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا:

فَقَالَ لَا تَشتَغِل بِمِثلِ هَذَا أَبُو العَبَاسِ إِمَامٌ حَافِظٌ مَحَلُّهُ مَحَلَّ مَن يَسئَلُ عَنِ التَّابِعِينَ وَأَتبَاعِهِم .[59]

ناقدین کی تنقید پر دھیان نہ دیا کرو، ابو العباس ابنِ عقدۃ امام وحافظِ حدیث ہیں، ان کا مقام تابعینؒ و تبع التابعینؒ کے خوشہ چینوں کی طرح ہے۔

لہٰذا بالکل واضح ہے کہ ابنِ عقدۃ الکوفیؒ پر تنقید کیوں کی جاتی تھی، چند سطور قبل محدث اَبو عمر بن حیویہؒ کی تنقید کا ذکر ہوا کہ ابنِ عقدۃؒ رافضی تھا حالاں کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے جیسا کہ پہلے روایات ذکر کی گئیں، جب کہ مولانا محمد نافعؒ نے بھی ابنِ عقدۃؒ پر خوب دل کھول کر یک طرفہ تنقید نقل کی جس کا لبِ لباب یہ ہے کہ ابنِ عقدۃ الکوفیؒ رافضی تھا، حدیثیں وضع کرتا، جعل وفریب سے کام لیتا اور شیخین واصحابِ رسولؐ کے مثالب ومعائب بیان کرتا تھا وغیرہ[60]، حالاں کہ پہلے بیان کیا گیا کہ ابنِ عقدۃؒ پر تنقید کی زیادہ تر وجوہات تعصب ومعاصرانہ چشمک کے

---

55 - الکشف الحثیث، ص ۵۲۔ تذکرۃ الحفاظ میں امام ذہبیؒ نے بھی ابنِ عقدۃ پر اتہامِ وضع کی تردید کی۔

56 -ابو بکر احمد الخطیب بغدادی المتوفی ۴۶۳ ھ،تاریخ مدینة السلام بغداد (،دارالغرب الاسلامی بیروت ،الطبعة الاولیٰ ۱۴۲۲ھ ۲۰۰۲ء)،ج ۶ص ۱۴۷۔

57 - ایضاً۔ تذکرۃ الحفاظ میں امام ذہبیؒ نے بھی ابنِ عقدۃ پر الزام رفض کا رد کیا اور تشیع کا قول کیا، نیز فضائلِ صحابہؓ میں ان کی مرویات ذکر کیں۔

58 - ایضاً۔

59 - تاریخ مدینۃ السلام بغداد، ج ۶ص ۱۴۷۔

60 - حدیثِ ثقلین، صفحات ۱۱۱تا ۱۱۴۔

علاوہ کچھ نہیں، مولانا محمد نافعؒ نے یک طرفہ تنقید نقل کی اور جن محدثین نے ابنِ عقدۃؒ پر لگائے گئے الزامات واتہامات کی تردید کی ان کا سرے سے ذکر تک نہیں کیا، اور اس پر مستزاد جن اکابر محدثین نے ابنِ عقدۃؒ پر علمائے جرح و تعدیل کا نقد ذکر کر کے ان کی جلالتِ قدر کا اعتراف واظہار بھی کیا، مولانا نے انہیں بھی حقائق سے بے خبر قرار دیا۔

راوی محدثین واہلِ علم کی نظر میں

جہاں ابنِ عقدۃ الکوفیؒ پر بعض اہلِ علم نے نقد کیا، وہاں جلیل القدر محدثین کی اکثریت موصوف کی جلالت وعظمت کی معترف ومظہر نظر آتی ہے، چنانچہ محدث دار قطنیؒ ان کے متعلق کہتے ہیں کہ محدثین کے پاس جتنا علم ہے وہ ابنِ عقدۃؒ جانتے ہیں لیکن جتنا علم ابنِ عقدۃؒ کے پاس ہے محدثین نہیں جانتے۔[61]

ابوالفضل وزیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن عمر محدث دار قطنیؒ سے سنا، وہ فرماتے ہیں کوفہ کے محدثین کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بعد اب تک ابوالعباس ابنِ عقدۃ الکوفیؒ سے بڑا حافظ الحدیث نظر نہیں آیا[62]، خود ابو بکر خطیب بغدادیؒ نے ابنِ عقدۃ الکوفیؒ پر مختلف اہلِ علم کی تنقیدی آراء بھی ذکر کیں، لیکن ان کے متعلق اپنا موقف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابنِ عقدۃ الکوفیؒ حافظ الحدیث، روایات و احادیث کا بکثرت علم رکھنے والے اور تراجمِ مشائخ وابواب وفنون کے جامع تھے، ان کا علمِ حدیث خوب پھیلا، سو آپؒ سے اکابر محدثین وحفاظ نے حدیث کی روایت کی جیسے امام ابو بکر بن الجعابیؒ، محدث عبداللہ بن عدی الجرجانیؒ، امام ابوالقاسم الطبرانیؒ، محدث محمد بن المظفرؒ، امام ومحدث ابوالحسن دار قطنیؒ، محدث ابوالحفص بن شاھینؒ، محدث عبداللہ بن موسیٰ الھاشمیؒ، محدث عمر بن ابراہیم القطانیؒ، محدث ابو عبیداللہ المرزبانیؒ اور ان کے طبقہ کے مختلف محدثین وغیرہ، اور ان کے بعد کے طبقات میں محدث وامام ابو عمر بن مھدیؒ، محدث ابوالحسین بن المتیمؒ اور محدث ابوالحسن بن الصلتؒ وغیرہ۔[63]

محدث ابوالفرج ابنِ جوزیؒ نے ابنِ عقدۃ الکوفی کے ناقدین اور ان کی تنقید ذکر کی لیکن اپنا موقف بیان کرتے ہوئے کہا کہ موصوف احادیث کا کثیر علم رکھتے تھے، اکابر حفاظِ حدیث میں ان کا شمار ہوتا تھا اور اکابر محدثین نے ان سے روایت کیا (جن کا ذکر پہلے ہو چکا)۔[64]

امام ذھبیؒ نے ابنِ عقدۃؒ پر تنقید ذکر کی لیکن خود اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ابنِ عقدۃؒ حافظ العصر اور محدث ایسے کہ علم کا سمندر تھے، قوتِ حفظ اور علمِ حدیث کی کثرت میں انتہا پر تھے، اگر رطب و یابس کی چھان پھٹک کر لیتے تو اونٹوں کے دل بھی ان کی طرف مائل ہوتے اور ان کی امامت ضرب المثل ہوتی۔[65]

---

61 - تاریخ مدینۃ السلام بغداد، ج ٦ ص ١٤٧۔

62 - ایضاً

63 - تاریخ مدینۃ السلام بغداد، ج ٦ ص ١٤٧۔

64 -عبدالرحمٰن بن علی الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ، المنتظم فی تاریخ الامم والملوک، (دارالکتب العلمیہ بیروت، الطبعۃ الاولی ١٤١٢ھ ١٩٩٢ء)، ج ١٤ ص ٣٦۔

65 - تذکرۃ الحفاظ، ج ٣ ص ٣٩، ٤٠۔

حافظ ابنِ کثیر دمشقیؒ نے ابنِ عقدۃؒ پر نقد و جرح ذکر کی، لیکن اپنا موقف بیان کرتے ہوئے کہا کہ ابوالعباس ابنِ عقدۃ الکوفیؒ اکابر حفاظِ حدیث میں سے تھے، آپؒ سے بہت سے محدثین و حفاظ نے روایت کیا۔[66]

امام ابنِ حجر عسقلانیؒ نے ابنِ عقدۃؒ پر مختلف اہلِ علم کی نقد و جرح نقل کی، اور بحوالہ حمزہ السہمیؒ و محدث دار قطنیؒ ابنِ عقدۃؒ پر اتہام وضعِ حدیث کی تردید کی اور الزامِ صنعتِ سند کی بھی تردید کی، پھر شواہد کے ساتھ ابنِ عقدۃؒ کی وسعتِ علمی و فقاہتِ حدیث کا اثبات و اقرار بھی کیا، اور اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ابنِ عقدۃؒ محدثِ کوفہ تھے، آپؒ میں متوسط درجے کا تشیع (اس کی وضاحت پہلے ہو چکی کہ اس قسم کے شیعہ راوی کی روایت بالاجماع قابلِ قبول ہے) تھا[67]، اور امام جلال الدین سیوطیؒ نے بھی ابنِ عقدۃؒ کی جلالتِ شان کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ موصوف حافظ العصر اور علمِ حدیث میں سمندر کی حیثیت رکھتے تھے حتیٰ کہ قوتِ حفظ اور کثرتِ حدیث کی آپؒ پر انتہا ہو گئی۔[68]

الحاصل ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید بن عقدۃ الکوفیؒ جلیل القدر محدث اور حافظ الحدیث تھے، ان پر اتہام وضعِ متن و سندِ حدیث اور رفض وغیرہ کے الزامات نہایت کمزور ہیں، ہر دور کے جلیل القدر محدثین و ائمہ نے ان پر نقد و جرح کا ذکر کر کے اپنا موقف ان کے حق میں دیا اور برملا ان کی عظمت و جلالت کا اعتراف و اظہار کیا، یہاں تک کہ علامہ طاہر پٹنی ہندیؒ نے بھی کہا کہ ابوالعباس ابنِ عقدۃ الکوفیؒ اکابر حفاظِ حدیث میں سے ہیں اور ثقہ محدث ہیں، ناقدین نے ان پر محض تعصب کے سبب نقد و جرح کی[69]، پھر ائمۂ رجال و تاریخ اور علمائے جرح و تعدیل بھی جابجا ابنِ عقدۃؒ سے استشہاد کرتے ہیں، اور رواۃِ حدیث کی جرح و تعدیل میں ان کے اقوال کو معتمد مانتے ہیں، نیز ائمہ و محدثین نے اہلِ بیتؑ کے تذکار میں ابنِ عقدۃؒ کی تصانیف کا خصوصی تعارف و تذکرہ بھی کیا، ان میں ابوالفتح ابن الفوارسؒ، علامہ ابنِ تیمیہ حنبلیؒ، امام شمس الدین ذہبیؒ، علامہ سمہودیؒ، علامہ ابوالحجاج مزیؒ، امام ابنِ حجر عسقلانیؒ، علامہ شہاب الدین قسطلانیؒ، امام جلال الدین سیوطیؒ، علامہ عبدالرؤف المناویؒ، محمد بن یوسف الصالحی الشامیؒ اور ناصر الدین البانیؒ وغیرہ شامل ہیں، بغرضِ اختصار آخر میں محدث ابن العماد حنبلیؒ کی رائے پر یہ بحث یہاں ہی سمیٹی جاتی ہے، وہ ابنِ عقدۃؒ پر تنقید بھی نقل کرتے ہیں لیکن اپنا موقف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ احمد بن محمد بن سعید ابن عقدۃ الکوفیؒ اہلِ بیتؑ کی طرف زیادہ مائل تھے، علمِ حدیث کے ستونوں میں سے ایک ستون تھے، اکابر اساتذۂ فن سے اکتسابِ فیض و اخذ روایت کیا، پھر ان سے بھی اکابر محدثین و ائمہ نے اخذ روایت کیا، فقط حجاز و بغداد کے سفر کیے، اور حفظِ حدیث میں اللہ کی آیات (نشانیوں) میں سے ایک آیت تھے۔[70]

نتیجۂ تحقیق و سفارشات

الغرض مولانا محمد نافعؒ نے ادبِ سیرت میں حدیثِ ثقلین کے جن مرکزی راویوں پر جرح کی بنا پر متنِ حدیثِ ثقلین پر نقد کیا وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ عطیہ بن سعد العوفی

66 -اسماعیل بن عمر بن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ، البدایة والنهایة، (داراحیاء التراث العربی بیروت ،الطبعة الاولی ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء)، ج۱۱ص۲۳۶ ۔

67 -لسان المیزان، ج۱ص۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶۔

68 -عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ ،طبقات الحفاظ ، (دارالکتب العلمیه بیروت ،الطبعة الاولی۱۴۰۳ھ)۔ ص۳۵۰۔

69 -محمد طاہر بن علی ہندی المتوفی ۹۸۶ ھ ،تذکرة الموضوعات ،(ادارة الطباعة المنیریه مصر، الطبعة الاولی۱۳۴۳ھ)، ص۹۶۔

70 -عبدالحي بن احمد المتوفی ۱۰۸۹ ھ،شذور الذهب فی اخبار من ذهب،(دارابن کثیر دمشق، بیروت، الطبعة الاولی ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء)، ج۴ص۱۷۹۔

۲۔ زید بن حسن الانماطی

۳۔ شریک بن عبداللہ النخعی

۴۔ ابوالعباس ابنِ عقدہ الکوفی۔

مذکورہ بالا راویوں کو ضعیف، شیعہ اور نا قابل اعتبار ثابت کرنے کی جو کوشش کی وہ حقائق کے برعکس ہے، کیوں کہ علمائے جرح و تعدیل کے اقوال نقل در نقل کی صورت میں ہیں جس کا اعتراف خود مولانا کو بھی ہے[71]، بعض مقامات پر مولانا کے الفاظ سے مسلکی تعصب اور اپنے عہد کے علماء سے معاصرانہ چشمک کا گمان گزرتا ہے، لیکن بہ حیثیتِ مجموعی مولانا نے مواد فراہم کرنے میں کافی محنت کی، لیکن تحقیقِ مزید کی زحمت گوارا نہیں کی، جس کا ثبوت یہ ہے کہ حدیثِ ثقلین کے بعض اہم راویوں تک مولانا کی رسائی نہ ہوسکی جیسے حبیب بن ابی ثابت اور قاسم بن حسان العامری وغیرہ، جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ مولانا نے حدیثِ ثقلین کے سوائے صحیح مسلم کے جملہ اہم راویوں کو شیعہ، ضعیف اور نا قابل اعتبار قرار دیا، حالاں کہ حقیقت اس کے برعکس ہے، اچھا ہوتا جو مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھا جاتا:

ا۔ علمائے جرح و تعدیل کے نقل در نقل اقوال کی خوب اچھی طرح چھان پھٹک کی جاتی، اور اس ضمن میں متاخرین کے اقوال بھی درخورِ اعتناء سمجھ لیے جاتے۔

۲۔ مسلکی تعصب کو دورانِ تحریر دور رکھا جاتا اور مناظرانہ و مجادلانہ طرز کی بجائے غیر جانبدارانہ تحقیق کی جاتی۔

۳۔ حدیثِ ثقلین کے جملہ راویوں کی اچھی طرح تحقیق کی جاتی تاکہ بعض اہم راوی جیسے حبیب بن ابی ثابت اور قاسم بن حسان العامری وغیرہ نہ چھوٹتے۔

۴۔ حدیثِ ثقلین کے مختلف متون اور اس کے مفاہیم سے متعلقہ دیگر احادیث بھی مدِ نظر رکھی جاتیں تاکہ متن میں مذکور جزوِ دوم کا انکار نہ ہوتا۔

71 - حدیثِ ثقلین، ص ۱۰۸۔ مولانا نے خود اعتراف کیا کہ جو کچھ ہم نے ابنِ عقدہ کے متعلق چیزیں فراہم کی ہیں ان سب میں ہم ناقل ہیں۔